ڈاکٹر فریحہ نگہت
استاد خدیجہ عمر کالج برائے خواتین،ٹینچ بھاٹہ،راولپنڈی

ساختیات کے بنیادی مباحث

Dr Fariha Nighat

Khatija Umar College for Women, Tench Bhata, Rawalpindi

Basic Discussions of Structuralism

Structuralism - A compilation of literary work related to linguistic, composition of nature and man's creation and relationship to transformation. A comprehensive effort has been made by the author to review analytically the historical background of structuralism, its progression, basic principles and contemporary perspectives with specific impact on Urdu literature.

زبان بولنے کا عمل مکمل طور پر اکتسابی اور سماجی ہے جو صدیوں سے نسل در نسل منتقل ہو رہا ہے۔ ہم کسی بھی زبان کی ابتداء سے نابلد ہیں کہ وہ کب اور کہاں وجود میں آئی اور اس میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کونسی تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لسانی نظام خود بخود چلتا رہتا ہے اور اس کی منتقلی انتہائی غیر محسوس طریقے سے دوسری نسلوں تک ہوتی رہتی ہے۔ لسانی نظام دراصل ایک سماجی عمل کی پیداوار ہے جو کسی بھی زبان کے بولنے، لکھنے اور سمجھنے میں معاون ہوتا ہے۔ تمام سماجی رسوم ورواج کا اس نظام میں در آنا بھی ایک قدرتی امر ہے۔

زمانہ ارسطو سے دورِ جدید تک ساختیات کا احساس کسی نہ کسی طور ادب میں موجود رہا ہے۔ لسانی مباحث کا آغاز یوں تو یونان سے ہوا تھا مگر زبان کی ساخت اور ہیت پر ہر عہد کے دانشوروں نے اپنی آراء اور نظریات پیش کیے ہیں۔ عصرِ جدید میں لسانی مباحث، ساختیات کی صورت میں سامنے آئے ہیں۔

ساختیات کا لفظ ساخت سے نکلا ہے اور ساخت کے لیے انگریزی کا لفظ Structure ہے۔ جس کا ماخذ لاطینی لفظ Structura یا فرانسیسی لفظ Structus ہے اور ان کے معنی ایک دوسرے پر لادنے یا تعمیر کرنے کے ہیں۔ اردو زبان میں ہم سٹرکچر کا متبادل لفظ وضع یا ساخت لیتے ہیں اور اس کے لیے ساختیات کی اصطلاح زیادہ مستعمل ہے۔ ساختیات کی جامع تعریف قدرے مشکل ہے کیونکہ کسی بھی علم وفن کی واضح تعریف آسان نہیں ہوتی۔ لڈوگ ونگشٹائن اس سلسلے میں کہتے ہیں:

> کسی بھی علم وفن کی تعریف کے بجائے اس علم کی اصطلاح کے استعمال (Use) پر غور کرنا چاہیے کسی بھی لفظ کو عام زندگی میں جس طرح استعمال کیا جاتا ہے اس سے اس کے معنی متعین ہوتے ہیں اور اس کے مختلف استعمال سے اس

کے معنی کی مختلف تہیں کھلتی ہیں۔ (۱)

اس ضمن میں یہ بات بہت اہم ہے کہ "ساختیات سے مراد کوئی خصوصی شعبہ علم (Discipline) نہیں ہے جیسے طبیعات، نفسیات وغیرہ بلکہ یہ جانکاری کا ایک خصوصی طریقہ ہے"۔ (۲) بعض ماہرین نے اس کی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے۔ ڈورتھی بی سیلز (Dorothy B. Selz) کہتی ہیں کہ ساختیات فطرت اور انسان کی تخلیق کے ترکیبی عمل کے قوانین کے مطالعہ کا نام ہے۔

"Study of Laws of composition both of nature and of man's creation." (۳)

یعنی ساختیات ایک مخصوص قسم کے مطالعے کا نام ہے۔ ژاں پیاجے نے اپنی کتاب Structuralism میں ساختیے کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"Structure is a system of transformations." (۴)

مختصراً ساختیات کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ساختیات رشتوں کے مطالعے کا نام ہے۔

ساخت کا لفظ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مختلف انداز سے استعمال ہوتا رہا ہے۔ کیمسٹری میں ساختیاتی فارمولے سے مراد کسی مرکب یا Compound میں مختلف عناصر کا ایک دوسرے میں مدغم ہونا ہے جنھیں مختلف ہندسوں یا علامات کے ذریعے دکھایا جاتا ہے۔ سماجیات میں ساختیات سے مراد کلچر، اقتصادیات، سیاست اور انکے باہمی رشتے ہوتے ہیں جن سے سماجی ہیت قائم ہوتی ہے۔ بشریات میں بھی انسان نے بہت سے عناصر کے ذریعے معاشرتی ساخت قائم کی۔ مثلاً زبان، جملے کی ساخت، کتابی ساخت وغیرہ۔ گرامر میں جب ہم ساختیات کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد زبان کے قواعد کا وہ نظام ہے جو مختلف ہیتوں اور سطحوں پر دیکھا جاسکتا ہے۔ مزید برآں اس میں تحریر و تقریر، جملہ و معنی اور انکی مختلف سطحوں سے بحث کی جاتی ہے۔ مگر ان سب کے پس پشت ساختیات کا وہ بنیادی اصول کارفرما ہے جسے ہم مختلف عناصر کے رشتوں کا ایک نظام کہتے ہیں۔

ساختیات کی ابتداء وارتقا کے متعلق مختلف خیالات ونظریات ملتے ہیں۔ بیشتر ماہرین کا خیال ہے کہ ساختیات کی ابتداء ماہر لسانیات سوئیسر (۱۹۱۳۔۱۸۵۷) سے ہوئی جس نے زبان کا بطور "نشانات کے سسٹم" مطالعہ کیا۔ اس نے زبان کو جس فلسفے سے روشناس کروایا وہ کچھ اس طرح سے ہے۔

"Language is a form not a substance". (۵)

یعنی زبان مواد نہیں صرف ہیت ہے یہی جملہ ساختیات کی بنیاد بنا۔

ساختیات نے فرانس میں انیسویں صدی میں اس وقت شہرت پائی جب فرانسیسی ماہر بشریات لیوی سٹراس (Claude Levi Strauss) نے سوئیسرین (Saussurian) ساختیاتی لسانیات کا اساطیر و رواجات، خونی رشتوں، خورد و نوش کے روایتی طریقوں اور ایسے دیگر مظاہر پر اطلاق کیا۔ ۱۹۴۵ء میں لیوی سٹراس نے رسالہ "Word" میں ایک مضمون لکھ کر ساختیات کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس حوالے سے ساختیات کے میدان میں نئے دروا ہونے کے امکانات کی نشاندہی کی۔ اپنی کتاب Antheropologic Structure جو پیرس میں ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی، میں لیوی سٹراس اپنے فکر انگیز مطالعات کو منظر عام پر لایا جس سے ساختیات کے میدان میں نئی جہتیں وا ہوئیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ساختیات سے متعلق نظریات میں مزید اضافے ہوتے رہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا ساختیات کے نظریے کی ابتدا کی توجیہہ یوں پیش کرتے ہیں:

مغرب میں ساختیات کے نظریے سے قبل سوچ کا وہ انداز رائج تھا جو علت و معلول کو اہمیت دیتا ہے۔ سوچ کا یہ

انداز اس سائنسی مفروضے پر قائم تھا کہ شے اپنا ایک ٹھوس وجود رکھتی ہے..... بیسویں صدی میں نئی اشیاء مثلاً الیکٹرون دریافت ہوگئے مگر اب یہ اشیاء مادے کی ٹھوس اکائیاں نہیں تھیں بلکہ محض رشتوں کی گرہیں تھیں اور ان رشتوں سے ہٹ کر ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ یہیں سے ساختیات کے نظریے نے جنم لیا۔(۶)

ساختیات سے متعلق بنیادی مباحث پر غور کریں تو درج ذیل عوامل سامنے آتے ہیں:

۱۔ ساختیات ادراک حقیقت کا اصول ہے۔

۲۔ زبان کی ساخت سے مراد زبان کے مختلف عناصر کے مابین باہمی رشتوں کا وہ نظام ہے جس کی وجہ سے وہ زبان بولی یا سمجھی جاتی ہے۔

۳۔ سوئیسر کے مطابق کائنات کی معنی خیزی نشانات کے نظام کی وجہ سے ہے جس میں ہر شے باہمی رشتوں میں جڑی ہوئی ہے۔

۴۔ سوئیسر حوالہ سے ثقافت ہمہ جہت ہے اور زبان ثقافت کا مظہر ہے۔

۵۔ یہ کسی شے کے درمیان تجریدی رشتوں کا وہ نظام ہے، جس کے ذریعے معنی قائم ہوکر افہام وتفہیم میں مدد دیتے ہیں۔

۶۔ ہر قسم کے تغیر وتبدل یا اضافے کے بعد ساخت اپنی وضع دوبارہ پانے اور ہر لحظہ مکمل رہنے پر قادر ہے۔

۷۔ ساخت کا تصور تجریدی ہے اور یہ نئی تنقید کے Structure اور Texture کے تصور سے یکسر مختلف ہے۔ اس سے مراد ہیت یا ڈھانچہ ہرگز نہیں ہے۔

۸۔ اس نظام میں کوئی بھی نشان جداگانہ معنی نہیں رکھتا بلکہ وہی معنی دیتا ہے جو کسی مخصوص معنوی نظام میں اسے حاصل ہوں۔ نشان اور معنی کا باہمی رشتہ خود ساختہ ہے۔

۹۔ زبان دنیا کے نشانات کے نظام میں سے صرف ایک نظام کی حیثیت رکھتی ہے۔

ساختیات زبان بولنے اور لکھنے کے اصول وضوابط وضع کرتی ہے۔ زبان خواہ وہ بولی جائے یا لکھی جائے نشان سازی کے ان گنت مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔ لیوی سٹراس لفظ کو محض نشان کہتا ہے جو دو پرتوں پر مشتمل ہے۔ ایک پرت معنی نما (Signifier) اور دوسری تصور معنی (Signified) کہلاتی ہے۔ زبان میں معنی کا وجود رشتوں کے درمیان جامع نظام کی بدولت ہے۔ لیوی سٹراس نے زبان کو فلسفیانہ رنگ بخشا جبکہ سوئیسر کے فکری نظام کی ابتدا اس جملے سے ہوئی کہ 'زبان نشانات کا ایک سسٹم ہے'۔ یہ نشانات تین قسم کے ہیں۔ ایک انڈیکس (INDEX) دوسری اکون (ICON) اور تیسری قسم وہ ہے جس میں دو اشیاء کا ربط باہم محض علامتی نوعیت کا ہوتا ہے۔ انڈیکس علت ومعلول کے رشتے پر استوار ہوتا ہے مثلاً جب ہم بادل سے بارش مراد لیتے ہیں تو یہ ایک انڈیکس ہے جبکہ ICON چیزوں کے مابین مشابہت پر استوار ہے۔ اگر ہم پھول کو پھول کہہ کر پکاریں تو یہ لسانی نشان ICON ہے۔ یہ کوئی فطری نام نہیں بلکہ ایسا نام ہے جو پھول کو انسانی ذہن نے عطا کیا ہے۔ سوئیسر نے یہ بھی واضح کیا کہ لسانی نشانات کا رشتہ بلاجواز ہوتا ہے۔ لسانی نشانات فطرت کی پیداوار نہیں بلکہ ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔ الفاظ کا انتخاب سماجی رواجات (Conventions) کے تحت ہوتا ہے اور یہ عمل آفاقی نوعیت کا ہے۔ بقول گوپی چند نارنگ: ''سوئیسر فلسفہ لسان اور ساختیات کا رشتہ نہایت گہرا اور پیچیدہ ہے''۔(۷) سوئیسر خیال کے مطابق زبان صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں اور نہ ہی ہر لفظ کے معنی متعین ہوتے ہیں بلکہ اس نے زبان کو دو حصوں میں منقسم کیا۔

۱۔ وہ حصہ جسے ہم نظریاتی حصہ یا صوتی امیج کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرا صوتی حصہ یعنی ہماری بامعنی بول چال۔

الفاظ کے اندر معنی ومفاہیم، تاثرات وکیفیات ہم خود صورتحال کے مطابق بھرتے ہیں۔ جب ہم بولتے ہیں تو ان

الفاظ و اصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں جو نظام اور قواعد کے حوالے سے تشکیل تو پا چکے ہیں مگر دکھائی نہیں دیتے کیونکہ وہ تجریدی ہیں۔ سوئیسر لسانیات کے اس نظام کو جو زبان کے اظہار کے وقت تجریدی طور پر موجود ہوتا ہے Lange اور Parole میں منقسم کیا ہے۔ Lange لفظ Language کا مخفف ہے اور یہ وہ پوشیدہ نظام ہے جو روایتوں، رشتوں اور اصولوں یعنی بحیثیت مجموعی گرائمر اور اس کے قواعد وضوابط پر مشتمل ہوتا ہے۔ Parole ہماری گفتگو ہے جس کے پیچھے زبان Lange بطور ایک سسٹم یا گرائمر موجود ہوتی ہے۔ Lange اور Parole کے فرق کی وضاحت گوپی چند نارنگ نے ان لفظوں میں کی ہے: ''زبان کا جامع نظام Lange ہے اور تکلم یعنی بولے جانے والا کوئی بھی واقعہ Parole ہے جو زبان کے جامع نظام Lange کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا اور اس کے اندر خلق ہوتا ہے''۔ (۸) یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ Lange سے مراد قواعد وضوابط اور گرائمر ہے۔ جو کسی بھی زبان بولنے والوں کے لاشعور میں پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ یہ زبان کی تجریدی ساخت ہے۔ گفتار میں رنگا رنگی، اس کا تنوع اور ابلاغ لانگ کی بدولت ہے۔ لانگ زبان کی وہ داخلی ساخت ہے جس سے تحریر وتقریر کے مختلف النوع پیرائے وجود میں آتے ہیں۔ ساختیات اشیاء کا وسیع تر پیمانے پر تجزیہ کرتی ہے اور مختلف عناصر کے مابین رشتوں کی وضاحت کرتی ہے اس لیے معنی کو وسیع تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔

ساختیات کے اصول: ۱۔ ساختیات کا پہلا اصول یہ ہے کہ معنی تفریق واختلاف سے ظہور پذیر ہوتے ہیں کسی بھی شے کے معنی حقیقی دنیا میں کسی نشان کی شناخت کی بدولت نہیں بلکہ نشانات کے اس نظام میں Sings کے درمیان تفریق و اختلاف سے پیدا ہوتے ہیں۔

۲۔ ساختیات کا دوسرا اصول نشانات کے درمیان رشتوں کی نشاندہی دو حوالوں سے کرتا ہے:

i۔ ربط وانسلاک Contiguity

ii۔ متبادلیت Substitutability

یہ ربط وانتخاب کے محور میں اور گرائمر اور متبادلات کی بنیاد بنتے ہیں۔ ان سے ہم دو اشیاء کے باہمی تعلق کو جانتے ہیں۔

۳۔ ساختیات کا تیسرا اصول یہ واضح کرتا ہے کہ ہماری تصوراتی دنیا کی ساخت بہت حد تک ثنوی متضاد عناصر سے بنی ہے۔ یہ تضادات تقابل کے درجے یا سطحیں متعین کرتے ہیں اور معنی کی وضاحت کرتے ہیں۔

۴۔ ساختیات کا چوتھا اصول نشانیات کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یہ نشانات کا مطالعہ ہے۔ یہ معنی نما (Signifier) اور تصور معنی (Signified) کا مرکب ہوتا ہے۔ نشانیات کا تعلق ان کوڈز سے ہوتا ہے جو سیاق وسباق کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ادب میں علامتوں کا استعمال اس کی بہترین مثال ہے۔

علاوہ ازیں ساختیات ادبی فنون کے تجزیے کے دوران ثقافتی امور کا خیال رکھتی ہے اور فرد کے تصور کے برعکس فرد کو متعارف کرواتی ہے۔

ساختیات اور ادب: ہر عہد میں ادب کا زبان سے گہرا رشتہ رہا ہے اور یہ سمجھا جاتا رہا ہے کہ زبان کا کام نمائندگی کرنا ہے اور ایک اچھا ادب زبان کے ذریعے تخلیق پاتا ہے۔ لیکن ساختیاتی نظام فکر میں زبان کا کوئی میڈیم نہیں ہے بلکہ زبان کو خود ادب کا درجہ دیا گیا ہے۔ اسی بنا پر ساختیاتی فکر نے ماضی کے بہت سے اعتقادات کو زک پہنچائی اور ازمنہ قدیم سے مروجہ خیالات مثلاً ادب مصنف کے تخلیقی ذہن کا کارنامہ ہے، ادب اظہار ذات ہے، ادب وہ تخلیق ہے جو مصنف کے وجود اور اس کے ذہن و شعور کی ترجمانی کرتی ہے اور ادب حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے کو یکسر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ساختیات کے مطابق حقیقت صرف اسقدر ہے جس قدر ہم اس کو اپنے لسانی نظام سے ہم آہنگ کر سکتے ہیں۔ ساختیات ایسے تمام ادبی نظریات کو رد کرتی ہے جو ذہن انسانی کو معنی کا سر چشمہ قرار دیتے ہیں۔ ساختیات کے نزدیک ذہن انسانی صرف معنی کی پہچان اور ان کو رد و قبول کرنے

اور نئی شکل دینے کا وسیلہ ہے یہ معنی کو از خود پیدا نہیں کرتا۔

ساختیات کی رو سے ادب اور زبان دونوں ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ ساختیات میں لسانی نظام کو صرف لسانیات Linguistics نہیں بلکہ نشانیات Seniotics کہیں گے کیونکہ زبان میں صرف الفاظ، جملے، علامتیں اور نشانات شمار نہیں ہوتے بلکہ معاشرے کا سارا سسٹم جس پر معاشرہ چل رہا ہے شامل ہے۔ ساختیات میں لسانی نظام کو ہی ساخت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا ادب میں اس لسانی نظام کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> جس طرح عام گفتگو کے پیچھے زبان یعنی LANGUAGE موجود ہے بالکل اسی طرح ادبی تخلیقات میں شعریات یعنی POETICS موجود ہے جس کے اپنے خدوخال، ایک اپنا ساختیہ ہے، جب ادیب لکھنے کے عمل میں مبتلا ہوتا ہے تو شعریات کے اسٹرکچر کے تابع ہو کر اپنی قلب ماہیت کا منظر دیکھتا ہے۔ (۹)

ساختیات نے ادب کو تو متاثر کیا ہی تنقید بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ ساختیات نے اگرچہ تخلیقی ادب تو پیش نہ کیا تاہم تخلیقی ادب پر تنقید کے حوالے سے یہ ایک اہم نظریہ بن گیا۔

ساختیاتی تنقید: ساختیاتی تنقید سے پیشتر تنقید کے تین زاویے موجود تھے۔ پہلی قسم کی تنقید نے تخلیق کو صرف مصنف کی شخصیت ،اس کے سوانح، اور اسکے ماحول کا پرتو سمجھا تھا۔ دوسری قسم کی تنقید میں یہ دیکھا جاتا تھا کہ کوئی بھی تخلیق قاری کو کس قدر متاثر کرتی ہے جبکہ تیسری قسم کی تنقید میں تخلیق کا ایک منفرد اکائی کے طور پر تجزیہ کیا جاتا تھا۔ ساختیاتی تنقید نے تنقید کی ایک نئی نہج متعین کی۔ گذشتہ مروجہ تینوں زاویوں کو کسی حد تک مسترد کر دیا مگر ان تینوں زاویوں میں سے ایک ایک بات اپنے اندر ضم کر لی۔ مثلاً پہلی قسم کی تنقید میں سے یہ بات لی کہ تخلیق کار کے بطون میں موجود گرائمر، شعریات اور کوڈ پہلے سے موجود ہوتے ہیں جس کے بغیر تخلیق وجود میں نہیں آسکتی۔ دوسری قسم سے یہ بات لی کہ تخلیق میں مصنف اور قاری برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ تیسرے سے یہ بات لی کہ تخلیق نہ صرف خود رشتوں کی ایک اکائی ہے بلکہ اپنے سے باہر کی اکائیوں سے بھی جڑی ہے۔ بالفاظ دیگر ساختیاتی تنقید کے تحت نقاد کا کام ادبی متن کے 'کیا' کے بجائے 'کیسے' سے بحث کرنا ہے۔ اس لیے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ساختیاتی تنقید جب کسی تخلیق کا تجزیہ کرتی ہے تو نہ صرف تخلیق کار اور قاری کے حوالے سے ایسا کرتی ہے بلکہ پرت در پرت تخلیق کو کھولتی چلی جاتی ہے۔ رولاں بارت جو ساختیاتی تنقید کا پہلا نقاد ہے اس ضمن میں لکھتا ہے:

> ساختیاتی تجزیہ کوئی مخفی معنی دریافت نہیں کرتا کیونکہ تخلیق تو پیاز کی طرح ہوتی ہے جو پرتوں (نظاموں) کے ایک عالم کے سوا اور کچھ نہیں ہے جس کا جسم کسی راز کے اصل الاصول سے عبارت نہیں۔ وہ کچھ نہیں سوائے پرتوں کے ایک لامتناہی سلسلے کے جو اپنی سطحوں کی یکتائی کے علاوہ اپنے اندر کوئی اور شے نہیں رکھتا۔ (۱۰)

ساختیاتی تنقید اس لحاظ سے تشریحی، توضیحی و تاریخی، سوانحی اور نئی تنقید سے بالکل مختلف ہے۔ یہ ہر قسم کے شخصی، عصری اور خارجی پہلوؤں کو متن سے خارج رکھتی ہے اور معنی پیدا کرنے والے نظام یعنی شعریات کی کارکردگی کو پرکھنے پر زور دیتی ہے۔ ساختیاتی تنقید میں نقاد کے کام کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں: ''ساختیاتی تنقید کے مطابق نقاد کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ تخلیق کے معنی یا پیغام کی تشریح کرے یا معنی کو از سرِ نو دریافت کرے بلکہ اس نظام کی ساخت کا تجزیہ کرے جس سے معانی کا انشراح ہوا تھا''۔ (۱۱)

ساختیاتی تنقید کی اہمیت اس بات سے واضح ہو جاتی ہے کہ اس نے نئی تنقید کی جبریت کو توڑا اور مارکسی تنقید پر اپنے اثرات مرتب کیے۔ ساختیاتی تنقید نے تنقیدی زاویوں کو نئی جہتیں عطا کیں اور ثابت کر دیا کہ ادب نہ تو حقیقت کی نقل ہے اور نہ ہی مصنف کی ذات کا اظہار ہے۔ مزید برآں کوئی بھی فن پارہ اپنے متن کے خصائص تک محدود نہیں بلکہ ادبی نظام وسیع تر ثقافتی نظام کے اندر فعال ہوتا ہے۔ گوپی چند نارنگ کے خیال میں:

> ساختیات ہیت میں مقید نہیں اور وہ وسیع تر معنیاتی نظام کا تصور رکھتی ہے..... یہ ادبی متن اور ادبی قرأت کی ایسی شعریات وضع کرنا چاہتی ہے جو ان اصولوں اور قاعدوں کو تجریدی طور پر منضبط کر سکے۔ جن کی رو سے ادب کی مختلف شکلیں شاعری، ناول، افسانہ وغیرہ وجود میں آتی ہیں اور متعلقہ کلچر سے وابستہ لوگ ان کو پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں اور ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (۱۲)

ساختیات کے پیش نظر الفاظ، معنی اور مصنف کا انفرادی جائزہ نہیں ہوتا بلکہ یہ بحیثیت کلی کسی نظام کی ساخت کا تجزیہ کرتی ہے۔ ساختیات کو فروغ دینے والوں میں روسی ہیت پسند، یورپی، بالخصوص فرانسیسی مفکرین اور ادیب پیش پیش رہے ہیں۔ ساختیاتی فکر کے حامل مفکرین کا خیال ہے کہ لکھت لکھتی ہے لکھاری نہیں۔

لکھت لکھتی ہے لکھاری نہیں: دورِ حاضر میں ساختیاتی تنقید کی اہم بحث یہی ہے کہ ''لکھت لکھتی ہے لکھاری نہیں''۔ رولاں بارت نے ساختیاتی انداز فکر کو نقطہ عروج تک پہنچایا یہاں تک کہ انہوں نے مصنف کی موت کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ مصنف بذات خود متن کی معنویت کا ماضی ہے مگر ساختیاتی نقاد متن کو اس کے سیاق وسباق اور مصنف کے جبر سے نجات دلانا چاہتے ہیں تا کہ فن پارہ زندہ و جاوید ہو سکے اور مستقبل سے مکالمہ کر سکے۔ مصنف کی موت سے پیدا ہونے والے خلا کو پر کرنے کے لیے اور فکری ضرورت کے پیش نظر رولاں بارت نے اعلان کیا کہ تحریر خود لکھتی ہے نہ کہ مصنف:

"Writing writes itself and not the author".(۱۳)

یہ دراصل تحریر کی خود مرکزیت کا اعلان ہے کہ تحریر مصنف سے الگ اپنی آزادانہ حیثیت رکھتی ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا اس ضمن میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

> ساختیاتی تنقید میں لکھت سے مراد وہ شعریات ہے جو نظر تو نہیں آتی مگر جو جملہ متون میں رشتوں کے ایک جال کی طرح موجود ہوتی ہے۔ لہذا ہر متن دوسرے جملہ متون سے صرف اس اعتبار سے منسلک ہے کہ اس کے اندر بھی CODES اور CONVENTIONS کا وہی نظام کارفرما ہے جو لکھت کے دوسرے نمونوں میں۔ علاوہ ازیں جسطرح بقول سوئیسر ہر نشان (SIGN) دوسرے نشانات سے DIFFERENCES کی بناء پر اپنی انفرادیت کا اعلان کرتا ہے اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر لکھت دوسری لکھتوں سے اپنی انفرادیت کی بناء پر پہچانی جاتی ہے''۔ (۱۴)

غالب نے بھی اس سمت بامعنی اشارے کیے ہیں۔

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

غالب نے شاعر کو واسطے Medium کی حیثیت دی ہے۔

عالمی تناظر میں اگر دیکھا جائے تو تحریر کی اولیت کا اصول ہمیشہ سے تسلیم کیا گیا ہے۔ ایلورا اور اجنتا کے غاروں میں بت گری کے نقوش موجود ہیں لیکن تخلیق کاروں کا نام معلوم نہیں۔ افلاطون کے مکالمات کے متعلق بھی اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس کی تصنیف ہیں۔ ہومر کی اوڈیسی کی بھی اب تک کوئی واضح دلیل نہیں مل سکی کہ اس کا خالق کون ہے۔ زبان کو انسان اپنے ساتھ لے کر پیدا نہیں ہوا بلکہ یہ انسانی ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ رولاں بارت نے انسانی ثقافت کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ ہر کلچر زبان سے مشابہ ہے اور اس کے پیچھے Lange کارفرما ہوتی ہے بالکل اسی طرح جیسے اساطیر کے سارے تنوع کے پیچھے ایک بنیادی اسطور موجود ہے۔ لیوی سڑاس نے بھی انہی الفاظ کو دہرایا اس سے اس کا مقصد یہ دکھانا ہرگز نہیں تھا کہ کس طرح انسان اساطیر کی زبان سوچتا ہے بلکہ کس طرح اساطیر انسانوں کو ایک خاص انداز میں سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اس پس

منظر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ افراد جب آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو اس کے پیچھے دراصل 'زبان' بول رہی ہوتی ہے۔ ہائیڈگر کے لفظوں میں:

Language speaks not man. (۱۵)

اور اسی حوالے سے

Writing writes not authors.(۱۶)

جیسے جملوں کی وضاحت ہو جاتی ہے لہذا زبان کے حوالے سے ''زبان بولتی ہے آدمی نہیں''، اسطور کے حوالے سے 'اسطور سوچتی ہے انسان نہیں' اور ادب کے میدان میں 'لکھت لکھتی ہے لکھاری نہیں' سب میں ایک ہی نقطے کی وضاحت ہوتی ہے۔ یہاں ادب کے سلسلے میں لکھت سے مراد ادبی تحریر ہے۔ وزیر آغا کے خیال میں: ''ادبی تحریر کا طرۂ امتیاز اس کی شعریات یعنی Poetics ہے اس لیے ادب میں لکھت سے مراد ادب کی شعریات ہی مقصود ہوگی''۔(۱۷)

یعنی رولاں بارت کا فکری نظام تثلیث پر قائم ہے۔ ''لکھت لکھتی ہے لکھاری نہیں'' میں تثلیث لکھاری، لکھت اور قاری سے مرتب ہوتی ہے۔

ساختیات کا ردِعمل یا پسِ ساختیات:

ساختیات کے ردِعمل کے طور پر پس ساختیات کا نظریہ سامنے آیا جس کا علمبردار ڈریڈا (Draida) تھا۔ اس نے ساختیات کو بنیاد بنا کر اس کے بیشتر پہلوؤں سے بحث کی۔ پس ساختیات کچھ تو اپنے ماحول اور عہد کی ضرورتوں کے حوالے سے تھی اور کچھ ساختیات کا ردِعمل تھی۔ اس میں زیادہ تر تصورات ساختیات سے لیے گئے تھے سوائے ایک نقطے کے جس کے باعث ساری ترجیحات بالکل بدل کر رہ گئیں۔ پس ساختیات میں وحدت کا نقطہ ختم کر دیا اور معنی کے معین ہونے کی رہی سہی اساس بھی ختم ہو گئی۔ ڈریڈا نے اپنے خیالات کو تین کتابوں میں پیش کیا:

1۔ OF GRAMMATOLOGY

2۔ WRITING AND DIFERENCE

3۔ SPEECH AND PHENOMENA

یہ کتابیں ۱۹۶۷ء میں پیرس سے شائع ہوئیں جس کے بعد پس ساختیات میں معنی کی تفریقیت کی راہ ہمیشہ کے لیے کھل گئی۔

۱۔ پس ساختیات میں معنی کی وحدت کے چیلنج ہونے سے سائنسی توقعات بھی چیلنج ہو گئیں۔

۲۔ پس ساختیات کا جھکاؤ تخلیقیت اور تکثیر معنی کی طرف ہے جو وحدانی نظم وضبط کے خلاف ہے۔

۳۔ ژاک ڈریڈا کے مطابق ساختیاتی فکر میں ساخت کا تصور اس مفروضے پر قائم ہے کہ معنی کا کسی نہ کسی طرح کا مرکز ہوتا ہے۔ یہ مرکز ساخت کو اپنے تابع رکھتا ہے، لیکن خود اس مرکز کو تجزیے کے تابع نہیں لاتا۔

۴۔ اس کے خیال میں تقریر یا تحریر کی فوقیتی ترتیب کو کسی بھی طرف موڑا جا سکتا ہے۔

۵۔ پس ساختیات سے زیادہ امکانات پیدا ہوتے ہیں جس سے معنی کی تمام طرفیں کھل جاتی ہیں۔ بقول غالب:

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو جانیے
غالب کہ جو لفظ میرے اشعار میں آوے

۶۔ ڈریڈا کے خیال میں انسانی ذہن لفظوں کے سہاروں کے بغیر نہیں سوچ سکتا اس طرح اس نے فلسفہ، ساختیات اور لسانیات پر کاری ضرب لگائی اور علوم انسانی کے بیشتر بنیادی تصورات کو بھی رد کیا۔

ابھی تک کئے گئے تمام مباحث پر غور کیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ساختیات نے ہر طریقہ کار ہر نظام اور ہر شے کی داخلی و خارجی جہتوں کی اکائی سے بحث کی ہے۔اس کے دائرہ کار میں نا صرف کائنات بلکہ نظام کائنات، ادب کی مختلف شاخیں اور مختلف شعبہ ہائے زندگی شامل ہیں۔پس ساختیات نے ساختیات کے بعض ظاہری اور داخلی پہلوؤں سے اختلاف کیا اس کے باوجود پس ساختیات نے ساختیات کے تمام اصولوں کو ہرگز رد نہیں کیا۔پس ساختیات دراصل ساختیات کا ردعمل ہے اور ماہرینِ پس ساختیات جن میں رولاں بارت، ژاک لوکاں، ژاک ڈریڈا، جولیا کرسٹیوا اور فوکو شامل ہیں مجموعی طور پر ساختیاتی اور پس ساختیاتی ملی جلی سوچ کے حامل ہیں۔

۱۹۶۶ء میں ژاک ڈریڈا نے امریکہ میں لیوی سٹراس کے ساختیاتی نقطہ نظر کا جائزہ ایک تعلیمی سیمینار میں پیش کیا۔ یہ ساختیات کا ردعمل نہیں بلکہ تجزیہ تھا جو ساختیات کے وجود سے پھوٹا تھا اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس سے ساختیاتی نقطۂ نظر کی مزید وضاحت ہوئی۔پس ساختیاتی مفکرین نے ساختیاتی فکر کو اپنے اپنے انداز سے دیکھا اور پرکھا۔

ساختیات اور پس ساختیات کے تصورات نے ادب کو کئی طرح سے متاثر کیا۔ایک طرف تو مصنف کی شخصیت کے انہدام کا تصور دیا اور دوسری طرف مصنف کو متن سے خارج کر دیا۔ادب کی تخلیق کے حوالے سے مصنف کی شخصیت کی آمیزش اور اظہار ایک منفی عمل بن کر رہ گئی۔اس میں شک نہیں کہ شخصیت کے برملا اظہار سے ادب کی آفاقیت بری طرح متاثر ہوتی ہے اور ادب نجی سطح کا بن کر رہ جاتا ہے مگر فرق کو نہ سمجھتے ہوئے شخصیت کے ساتھ ادیب کی ذات کو ممنوع متصور کیا جانے لگا۔حالانکہ ادیب جب تک اپنی ذات کا اظہار نہ کرے اس کی تخلیق میں احساس و جذبات کی آمیزش ہو ہی نہیں سکتی اور جب تخلیق احساس سے تہی ہو تو وہ متخیلہ سے بھی عاری ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ ادب کے دائرے سے خارج ہو جاتی ہے۔یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر تخلیق سے مصنف کی ذات کو مکمل طور پر منہا کر دیا جائے تو ایسا ادب بے مزہ، بے رس اور بے کیف ہو کر رہ جاتا ہے۔اس لیے کسی بھی فن پارے میں مصنف کی ذات کا غیر شعوری اظہار، جذبے، احساس اور متخیلہ کی آمیزش اسے ادب عالیہ کے مقام پر پہنچا دیتی ہے۔

رولاں بارت نے بھی مصنف کی نفی کر کے مصنف کی بجائے شعریات کو تخلیق کاری میں اہم قرار دیا ہے۔حالانکہ کوئی بھی متن مصنف کے بغیر ہوا میں تخلیق نہیں ہوسکتا۔کسی بھی متن کی تخلیق میں مصنف بطور ایک واسطہ (Medium) درمیان میں ضرور موجود ہوتا ہے جسے کسی طور نکالنا ممکن نہیں۔کوئی بھی متن اپنے وجود کے لیے مصنف کا مرہونِ منت ہے۔ مصنف کے لکھنے پر ہی اس کی تجسیم مکمل ہوتی ہے۔شعریات مصنف کے اعماق میں کارفرما ہوتی ہیں اس لیے مصنف کی ذات کو مسترد کرنا سراسر غلط ہے کیونکہ کوئی متن ادبِ عالیہ کا درجہ پا کر آفاقی حیثیت اسی وقت حاصل کرے گا جب اس میں شعریات کے ساتھ ساتھ مصنف کی ذات، احساس و جذبات اور متخیلہ شامل ہو۔کیونکہ بقول اقبال:

آیا کہاں سے نالۂ نے میں سرور مے
اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوبِ نے

تاہم ان اختلافی امور سے قطع نظر ساختیاتی انداز فکر اور ساختیاتی تنقیدی نظریات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ساختیات کے میدان میں جن مصنفین نے نام پیدا کیا ان میں ڈاکٹر وزیر آغا، گوپی چند نارنگ، محمد علی صدیقی، ریاض صدیقی، قمر جمیل، شمس الرحمٰن فاروقی، ضمیر علی بدایونی اور ناصر عباس نیر کے نام قابل ذکر ہیں۔بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو ساختیات نے تنقیدی مباحث کو تو جنم دیا تاہم ساختیات خالصتاً تخلیقی ادب میں کوئی قابل قدر اضافہ نہ کر سکی اور جب تک کوئی نظریہ ادب کی تخلیق میں معاون ثابت نہ ہو اس کی نظریہ سازی مکمل نہیں ہوتی اور اس کے بنیادی نظریات کو سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ لڈوگ ونگشٹائن، بحوالہ عطاالرحیم، سید، ڈاکٹر، فلسفہ کیا ہے، مشمولہ فلسفہ کیا ہے، وحید عشرت، ڈاکٹر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۵

۲۔ ناصر عباس نیر، جدیدیت سے پس جدیدیت تک، کاروانِ ادب صدر، ملتان، ۲۰۰۰، ص ۱۴

۳۔ ڈورتھی۔ بی سیلز، بحوالہ عزیر احمد خان، بریگیڈیر (ر)، ڈاکٹر، ساختیات اور اسلوبیات، مشمولہ دریافت شمارہ چار، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ستمبر ۲۰۰۵، ص ۹۲

۴۔ ایضاً، ص ۲۹۳

۵۔ سوئیسر چند نارنگ، پروفیسر، ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۴۷

۶۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، ساختیات اور سائنس، مکتبہ فکر و خیال، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۲۴۴

۷۔ گوپی چند نارنگ، پروفیسر، ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۴۸

۸۔ ایضاً، ص ۶۱

۹۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، ساختیات اور سائنس، مکتبہ فکر و خیال، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۲۵۱

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۵۴

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۵۴

۱۲۔ گوپی چند نارنگ، پروفیسر، ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۵۳-۵۴

۱۳۔ رولاں بارت، بحوالہ ضمیر علی بدایوانی، جدیدیت مابعد جدیدیت ایک ادبی و فلسفیانہ مخاطبہ، اختر مطبوعات، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۳۵۰

۱۴۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، ساختیات اور سائنس، مکتبہ فکر و خیال، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۲۶۹

۱۵۔ ہائیڈگر، بحوالہ وزیر آغا، ڈاکٹر، ساختیات اور سائنس، مکتبہ فکر و خیال، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۲۷۲

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۷۲

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۷۴

کتابیات

۱۔ ضمیر علی بدایوانی، جدیدیت مابعد جدیدیت ایک ادبی و فلسفیانہ مخاطبہ، اختر مطبوعات، کراچی، ۱۹۹۹ء

۲۔ گوپی چند نارنگ، پروفیسر، ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء

۳۔ ناصر عباس نیر، جدیدیت سے پس جدیدیت تک، کاروانِ ادب صدر، ملتان، ۲۰۰۰

۴۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، ساختیات اور سائنس، مکتبہ فکر و خیال، لاہور، ۱۹۹۱ء

۵۔ وحید عشرت، ڈاکٹر، فلسفہ کیا ہے، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۷ء

رسائل

۱۔ دریافت، شمارہ ۴، نمل، اسلام آباد، ۲۰۰۵